Fikr-o-Nasar (Islamabad) 19:12 (1982)

اسلام میں شوریٰ کا تصور

سید محمد متین ہاشمی

لغوی معنی

شوریٰ، مشورہ، مشاورت، باہمی صلاح و مشورہ اور رائے کے معنی میں آتے ہیں۔ امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ تشاور، مشاورۃ اور مشورہ بعض کا بعض کی طرف رجوع کر کے اس کی رائے معلوم کرنے کو کہتے ہیں"[1]۔ اور شوریٰ اس معاملے کو کہتے ہیں جس کی بابت باہمی مشورہ کیا جائے۔

قرآن کریم میں مشورہ کا ذکر تین مقامات پر آیا ہے

۱۔ سورۂ بقرہ میں بچے کے دودھ چھڑانے کے معاملے میں ارشاد ہوا۔

فان ارادا فصالاً عن تراض منهما وتشاور فلا جناح عليهما[2] — پھر اگر دونوں اپنی رضامندی اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے

۲۔ سورۃ الشوریٰ میں ارشاد ہے کہ (وامرھم شوریٰ بینھم)[3] اور ان کے معاملات مشورے سے طے پاتے ہیں۔

۳۔ سورہ آل عمران میں ہے وشاورھم فی الامر[4]۔ اور ان سے معاملات میں مشورہ لیتے رہیئے۔

محولہ بالا پہلی آیت کا تعلق امور مملکت سے نہیں ہے البتہ بعد کی دونوں آیتیں خاص طور پر اسلام کے نظام حکومت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور انھی کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ

اسلام کا نظام حکومت شورائی ہے۔

مندرجہ بالا دوسری آیت کی تفسیر کے سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ "جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے تھے یا کوئی ضرورت پیش آجاتی تو وہ آپس میں مشورہ کرتے پھر (طے شدہ) طریقے پر عمل کرتے تھے۔"(۵)

تیسری آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ "اس کے باوجود کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے مشوروں اور مشورہ کر کے اسباب اختیار فرمانے سے مستغنی تھے اللہ تعالٰی نے آپ کو مشورہ کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ آپ کے بعد مومنین اپنے دینی معاملات میں آپ کی اتباع کریں اور آپ کے راستے پر چلیں"(۶) (یعنی باہمی مشورے سے اپنے امور کو انجام دیں)

ابن العربی نے امرہم شوریٰ بینہم کے سلسلے میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ "اس آیت میں مراد انصار ہیں کیونکہ قبل اسلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری سے پہلے ان کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی اہم معاملہ پیش آجاتا تو وہ جمع ہو کر باہمی مشورہ کر کے کوئی راستہ اختیار کرتے تھے ان کے اس فعل پر اللہ تعالٰی نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔"(۷)

مختصر یہ کہ باہمی مشاورت سے اپنے امور کو طے کرنا اور اپنے لئے کوئی لائحہ عمل متعین کرنا اسلام کے نظام حکومت کی اولین اور اہم ترین اساس ہے اور اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ خود مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاورت کا حکم دیا گیا۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کیا ہر کس و ناکس کو مشورہ میں شریک کیا جا سکتا ہے؟

مجلس شوریٰ کے ارکان

یہ کہنا کہ مملکت کا ہر فرد اس بات کا اہل ہے کہ اسے اسلامی حکومت کی مجلس شوریٰ کا رکن بنایا

جائے درست نہیں بلکہ یہ کام اہل حل وعقد اور اہل تقویٰ کا ہے۔

علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے بعد اگر کوئی ایسا معاملہ ہمارے سامنے آجائے جس کی بابت قرآن کی آیت میں کوئی حکم ہو نہ آپ کی حدیث میں (تو ہم کیا کریں گے؟) آپ نے ارشاد فرمایا "میری امت کے متقی لوگوں کو جمع کر لینا اور ان سے مشورہ کر لینا البتہ کسی ایک رائے سے فیصلہ نہ کرنا۔"(۸)

اسی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعاً استرشدوا العاقل ترشدوا ولا تعصوہ فتندموا۔

"حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ عقل مند آدمی سے مشورہ کرنا تاکہ تمہیں صحیح راستہ اور اس کی نافرمانی نہ کرنا ورنہ تمہیں ندامت اٹھانی پڑے گی۔"(۹)

ایک مقام پر علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ "اس کا یہ مطلب نہیں کہ امیر معاملات میں ہر ایک سے مشورہ کرے یہ مطلب تو قطعاً ہو ہی نہیں سکتا بلکہ مراد یہ ہے کہ ان میں سے جو اصحاب الرائے یا ماہرین ہوں ان سے مشورہ کرے۔"(۱۰)

علامہ ابن العربی نے احکام القرآن میں مشورے کی اہلیت کے بارے میں ایک شعر لکھا ہے۔

ترجمہ: جب مشورہ کرنے کا موقع آجائے تو پھر کسی عقل مند آدمی کی رائے لینی چاہیئے یا کسی محتاط شخص سے مشورہ طلب کرنا چاہیئے۔(۱۱)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے۔

بخاری نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء اہل علم میں سے ایسے

لوگوں سے امور مباحہ میں مشورہ کیا کرتے تھے جو امین تھے۔ (۱۴)

ارکان شوریٰ کی خصوصیات

محولہ بالا سورۃ الشوریٰ کی آیات پر بار بار غور و خوض کرنے سے اور آیات کے سیاق و سباق (CONTEXT) کو مد نظر رکھنے سے ارکان شوریٰ کی جو خصوصیات مستنبط ہوتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ ارکان شوریٰ متقی ہوں اور یوم حساب پر کامل یقین رکھتے ہوں۔

۲۔ نہ وہ کسی مادی طاقت سے مرعوب ہونے والے ہوں اور نہ کسی قسم کی طمع میں مبتلا ہوں۔

۳۔ گناہ کبیرہ اور فواحش سے مجتنب ہوں۔

۴۔ ان کے مزاج میں تحمل اور عفو و درگزر کا مادہ ہو اور وہ منتقم المزاج نہ ہوں۔

۵۔ اپنے رب کے وفادار و اطاعت گزار ہوں۔

۶۔ نمازی ہوں اور نماز قائم کرنے والے ہوں۔

۷۔ صدقات و زکوٰۃ ادا کرنے والے ہوں۔

۸۔ وہ بزدل نہ ہوں بلکہ بغاوت کی صورت میں باغیوں کی سرکوبی کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں تاہم خلاف شریعت کسی سے دشمنی کرنے والے نہ ہوں۔

۹۔ تجربہ کار اور عقل مند ہوں۔

۱۰۔ صاحب علم اور اہل الرائے ہوں نیز اپنے فن میں مہارت رکھتے ہوں۔

۱۱۔ نیک نام ہوں اور عام طور پر لوگ ان کے کردار پر اعتماد کرتے ہوں۔

نمبر ۹ سے نمبر ۱۱ تک تینوں شقیں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت اور دیگر تفسیری

روایات سے مستنبط ہیں۔

نامزدگی یا عام انتخاب

سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا خصوصیات کے حامل اراکین مجلس شوریٰ کا رائج الوقت طریق انتخاب کے ذریعہ انتخاب کرایا جائے یا انہیں نامزد کر دیا جائے؟

اس حقیقت سے ہر ذی علم، محب دین اور محب وطن فرد واقف ہے کہ رائج الوقت مغربی طرز انتخاب کے ذریعہ ہرگز ہرگز مذکورہ بالا خصوصیات کے حامل اراکین مجلس شوریٰ منتخب نہیں ہو سکتے۔ لہذا ایک نظریاتی مملکت کے نظم و نسق کو چلانے والی جماعت کے انتخاب کا مسئلہ اگر رائج الوقت مغربی جمہوری طرز انتخاب پر چھوڑ دیا گیا تو اس کا نتیجہ وہی نکلے گا جو اس سے پہلے نکل چکا ہے اس لئے اسلامی نظام اور وطن سے محبت کا تقاضا یہی ہے کہ "مجلس شوریٰ" کے ارکان کو ان کی صلاحیت، فنی مہارت، ذاتی کردار، علمی بصیرت دینی شغف، تقویٰ دیانت داری، بے نفسی اور اچھی شہرت کی بنا پر نامزد کر دیا جائے۔

اسلام اصل میں انصاف پر مبنی ایک فلاحی مملکت قائم کرنا چاہتا ہے جیسی مملکت و حکومت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تھی۔ خلفائے اربعہ میں سے کسی خلیفہ کو ممالک محروسہ کے عوام نے منتخب نہیں کیا تھا بلکہ مدینہ کے انصار و مہاجرین نے خلیفہ منتخب کیا تھا پھر ممالک محروسہ کے تمام عوام نے سمع و طاعت کی بیعت کر لی۔

شوریٰ اور مغربی جمہوریت

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ "موجودہ مغربی جمہوریت" اسلام کے شورائی نظام کے مطابق ہے۔ یہ بات درست نہیں اس لئے کہ مغرب کا جمہوری نظام اپنی اساس و نہاد میں قرآن و سنت

سے متصادم ہے۔

۱۔ مغربی جمہوریت میں اقتدار کا سرچشمہ ملک کے عوام ہوتے ہیں جبکہ اسلام میں اقتدار کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ ذلک الدین القیم (۱۳)	سوائے اللہ تعالیٰ کے حکم کسی کا نہیں اس کا فرمان ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو یہی صحیح دین ہے۔
یقولون ھل لنا من الامر من شیء قل ان الامر کلہ للہ (۱۴)	وہ پوچھتے ہیں کہ کیا اختیارات حکومت میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے آپ کہہ دیں کہ اختیارات تو سارے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے بس وہی باقی بتان آذری (اقبال)

۲۔ مغربی جمہوریت کا اصل الاصول اکثریت کی حاکمیت ہے۔ جبکہ اسلامی نظام کا اصل الاصول حق کی حاکمیت ہے۔

قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث فاتقوا اللہ یا اولی الالباب لعلکم تفلحون (۱۵)	آپ کہہ دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے تو تجھے ناپاک کی کثرت حیرت میں ڈالتی ہے عقل والو اللہ سے ڈرو تاکہ فلاح پاؤ۔

۳۔ مغربی جمہوریت کی بنیاد بالغ رائے دہی پر ہے اور اس حق رائے دہی میں سب برابر ہیں جبکہ اسلام کے شورائی نظام میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

۴۔ مغربی جمہوریت میں اسمبلی کی رکنیت کے لئے امیدوار بننا اور کنویسنگ کرنا ضروری ہے جبکہ اسلامی مجلس شوریٰ کے رکن بننے کی خواہش ہی سب سے بڑی نااہلی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم ہم اپنے عہدے کسی ایسے آدمی کو

ہرگز نہیں دیں گے جو اسے طلب کرے اور نہ ایسے کو جو اس کا لالچ کرے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم کسی ایسے آدمی کو عامل نہیں بناتے جو اس کا ارادہ کرے یا طلب کرے"۔ (۱۶)

۵۔ مغربی جمہوریت کے نظام میں دو احزاب ہوتے ہیں ایک حزب اقتدار دوسرا حزب اختلاف ۔ حزب اختلاف کا کام ہی حزب اقتدار کے ہر جائز و ناجائز اقدام کو ہدف تنقید بنانا ہوتا ہے جبکہ اسلام کے شورائی نظام میں نہ صرف یہ کہ اس کا تصور ہی نہیں بلکہ یہ عمل قابل مذمت ہے۔

مذکورہ بالا پانچ بنیادی نکات کے علاوہ بھی بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کی بنیاد پہ بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ مغربی جمہوری نظام اسلام کے شورائی نظام سے ہم آہنگ تو درکنار الٹا متصادم ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الراغب الاصفہانی حسین بن محمد : المفردات فی غریب القرآن : ۲۷۲ : طبع کراچی۔

۲۔ البقرہ ۔ ۲۳۳

۳۔ الشوریٰ ۔ ۳۷ ، ۳۸ ، ۳۹

۴۔ آل عمران ۔ ۱۵۹

۵۔ تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس : ۳۰۲ طبع مصر ۱۹۵۱ء

۶۔ ابن جریر طبری : جامع البیان : ۴ : ۱۵۲ طبع مصر

۷۔ ابن العربی ابی بکر محمد بن عبداللہ : احکام القرآن : ۴ : ۱۶۵۶ طبع مصر ۱۹۵۹ء

۸۔ الآلوسی ، روح المعانی : ۲۵ : ۴۶ طبع بیروت

۹۔ ایضاً

۱۰۔ روح المعانی : ۴ : ۱۰۷

۱۱۔ احکام القرآن : ۴ : ۱۶۵۶

۱۲۔ القرطبی ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری : الجامع لاحکام القرآن ۴ : ۲۵۱۱، طبع مصر ۱۹۶۷ء

۱۳۔ یوسف ۔ ۴۰

۱۴۔ آل عمران ۔ ۱۵۴

۱۵۔ المائدہ ۔ ۱۰۰

۱۶۔ مشکوٰۃ ۲ : ۲ : ۳۲۰ طبع دمشق